قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۭ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝

دین کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

الفضل

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا (الہام مسیح موعود)

چندہ بیرون ممالک سالانہ سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا (الہام مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۶ | ۵ نومبر ۱۹۱۸ء | سہ شنبہ | ۳۰ محرم ۱۳۳۷ ہجری | نمبر ۳۴

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کو زیر رپورٹ ایام میں خفیف سی حرارت رہی - رات کو آرام نیند آئی اور بھوک بھی لگی - آج (۴ نومبر) مسہل دیا گیا۔

یکم اور ۲ - تاریخ مطلع ابر آلود رہا اور کسیقدر ترشح بھی ہوا۔

جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب پانی پت تشریف لے گئے ہیں۔

خدا کے فضل سے بیماری کی شکایت بڑی حد تک دور ہو چکی ہے - اب کسی پر اس کا تازہ حملہ نہیں سنا گیا۔ بعض اصحاب پہلے کے بیمار چلے آرہے ہیں - ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

مدرسہ احمدیہ و ہائی سکول کے طلباء کو اطلاع

چونکہ اب خدا کے فضل و کرم سے انفلوئنزا کی شکایت بڑی حد تک دور ہو گئی ہے - اس لئے ۸ حال کو بروز ہفتہ تعلیم الاسلام ہائی سکول اور مدرسہ احمدیہ کھل جائیں گے - پس دونوں سکولوں کے طلباء کو چاہئے کہ ۸ - تاریخ تک ضرور یہاں پہنچ جائیں۔

جو طلباء مدرسہ کھلنے پر حاضر نہ ہونگے ان کی پڑھائی میں بہت حرج واقع ہوگا - اس لئے طلباء کے والدین کو چاہئے کہ انہیں سکول کھلنے کی تاریخ پر ضرور یہاں بھیج دیں - ورنہ افسران سکول کی طرف سے سخت تاکید سمجھیں۔

اخبار احمدیہ

ولایت کا خط

مکرمی جناب قاضی عبد اللہ صاحب بی - اے - بی - ٹی اپنے تازہ خط میں تحریر فرماتے ہیں - مقام مانچسٹر سے دو شخصوں کی بیعت کا فارم مفتی صاحب کی معرفت بھیجا گیا ہے - اس کے بعد رپورٹ حسب ذیل ہے - وہاں سے واپس ہونے سے قبل مسٹر رابنسن جو شہر کے معززین میں سے ہیں کی زیر صدارت ایک پبلک جلسہ میں پیغام حق سب کو پہنچایا گیا - یہ جلسہ نہایت کامیاب طریقہ پر سرانجام پایا - پھر جن لوگوں یا خیلی کو انفرادی طور پر تبلیغ کر رہا تھا - ان کے گھروں میں جا کر ان کی دعوت پر بھی تبلیغ کرنے کا موقع ملا - مسٹر ... کی کوٹھی پر جا کر ان کو سلسلہ کے حالات سے آگاہ کیا گیا - ... صاحب نمبر

پارلیمنٹ بھی رہ چکے ہیں۔
مسٹر اینسن جن کا ذکر آگے بھی کیا گیا۔ ان کے بلانے پر اُن کے گھر میں پانچ بجے سے ۱۰ بجے تک رہا اور اس اثناء میں ان کو سلسلہ کے حالات سے ایک حد تک بڑی تفصیل سے واقفیت ہوئی۔ اس جگہ سے مقام راتھ بری پہنچا۔ انفرادی طور پر بہت لوگوں کو تبلیغ کرنے کا موقع ملا اور لٹریچر تقسیم کیا گیا۔
یہاں کے سٹیشن ماسٹر جو فوج میں آفیسر رہ چکے ہیں اپنے ہاں مزید حالات سلسلہ سننے کے واسطے لے گئے۔ گفتگو مباحثہ کے رنگ میں ہوتی رہی۔ خود سٹیشن ماسٹر ان کی بیوی اور بہن تثلیث کی بجائے توحید کے قائل ہوئے حضرت مسیح کو خدا کا نبی ماننا اور ان کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور اس زمانہ میں حضرت احمد کی نبوت کو قبول کر کے اپنے تحریری دستخط فارم پر دیئے راتھ بری سے "ہکشیم" آیا۔ گراسنہ میں ایک گاؤں "کا مسابہ" میں دو گھنٹے ٹھہر کر کئی لوگوں کو پیغام حق پہنچایا۔ مقام "ہکسم" میں ہفتہ کی شام کو ایک شاندار جلسہ ہوا جس میں ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک لیکچر اور سوالات و جواب کرتا رہا۔ لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اس جگہ تین دن ٹھہرا۔ ایک معزز شخص جو دوسرے شہر سے رخصت گذارنے کے واسطے یہاں آئے ہوئے تھے۔ اور ایک یہاں کے مقیم صاحب بعد تبلیغ کے مصدقین کے زمرے میں داخل ہوئے۔ مقام ہکسیم سے کارلائل ہو کر۔ ونڈرمیرے ہوتا ہوا بلیک پول پہنچا۔ یہاں لوگوں کو حق کا پیغام پہنچانیکا موقعہ خوب ہے

قدرت اللہ صاحب سنوری

درخواست دعا

میاں غلام قادر صاحب
میاں خیر الدین صاحب اہلیہ خیر الدین صاحب میاں نبی بخش صاحب۔ رحیم بخش صاحب عبد الحق صاحب۔ بشیر احمد صاحب میاں ابراہیم صاحب (رسالہ نمبر) کے لئے۔ فضل محمد صاحب کپور تھلہ کے بچوں کے لئے۔ محمد ابراہیم صاحب (کوئٹہ) کی اہلیہ کے لئے سید زمان شاہ صاحب جہلم کے لئے اور انکی اہلیہ اور بال بچوں کے لئے۔ محمد علی صاحب (روہڑی) کے لئے دعا کی جائے۔ شافی مطلق سبکو شفا بخشے

نظم

ہر طرف مہکا ہوا ہے بوستانِ میرزا

از جناب قاسم علی صاحب قادیانی۔ رامپوری

اب کوئی گلشن نہیں جز گلستانِ میرزا
ہر طرف مہکا ہوا ہے بوستانِ میرزا

اہلِ دنیا مرتبہ اُسکا نہ سمجھے آخرش
اب خدا سمجھا رہا ہے آپ شانِ میرزا

کوئی کیا جانے کہ حق سے کیا تعلق ہے اُسکا
میرزا اُسکا ہے وہ راز دانِ میرزا

اُس کا جو دشمن ہے وہ بیشک عدو اللہ ہے
کیونکہ وہ اللہ خود ہے مہربانِ میرزا

اُسکی ایذا کو جو اُٹھا دب گیا مثلِ حباب
اک نظر آتا نہیں حق کو زیانِ میرزا

تجھکو سیلابِ مخالف کچھ نہیں اسکی خبر
عرش سے بالا ہے کرسئ مکانِ میرزا

نت نئے بہروپ میں آتا ہے تو روبہ خصال
لیکن ابھی صید افگن ہر جوانِ میرزا

اب جنم تو نے لیا "درثمین" کی آڑ میں
یہ سمجھ کر بے خبر ہے پاسبانِ میرزا

بھولتا ہی گیا ابھی سے تو وہ لیکھرام کا
حشر تک قائم رہیگا جو نشانِ میرزا

سرخرو واشتان سے جس کے ہو آنکو گھاٹ ہے
چل رہی ہے وہ ابھی تیغ زبانِ میرزا

ہو گئے اپنے ہی ہاتھوں جہال اپنی شکار
کیا نہیں یہ سچ کہو اے منکرانِ میرزا

ہے اگر بو باس کچھ انصاف کی سر میں کہیں
ٹھیک کر دو ہوش جو ہیں دشمنانِ میرزا

حلم شاہی کو تو سمجھا ہو گئی رسی دراز
اور سمجھا کند تو تیغ و سنانِ میرزا

یہ نہیں تجھکو خبر عہدِ شہِ محمود کی
ہے جلال و شان میں جو جسم و جانِ میرزا

جب نہ تھی۔ اب تو ہوئی تمکو سمجھ غیرت کرو
دوستی کی ہے نصیحت داستانِ میرزا

ہو خدنگِ حق نہ کیونکر سینۂ باطل کے پار
راستی کا تیر جب چھوڑے کمانِ میرزا

بحرِ موّاج عذابِ حق سے بچنا ہے اگر
کر کے توبہ رب سے جلدی لو امانِ میرزا

کیا ملا ابتک نبی اللہ کے انکار سے
کسقدر ہو چین میں ای منکرانِ میرزا

راستی کے بند ہیں بازار ہر سو قحط ہے
ہاں خدا نے کھول رکھی ہے دکانِ میرزا

قادیانی دعوتِ حق سب کو دی بے خوف و بیم
سچ کے بھوکوں کے لئے ہے آج خوانِ میرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان ۵ نومبر ۱۹۱۸ء

بانی آریہ سماج کی شرمناک تعلیم میں سے کچھ

باغیرت آریہ صاحبان کی توجہ کے قابل

"ستیارتھ پرکاش" کی ضرور اصلاح ہونی چاہیئے

(۱۳)

گذشتہ نمبر میں ہم مسئلہ نیوگ کے متعلق یہ بتا چکے ہیں۔ کہ پنڈت دیانند صاحب نے اگرچہ اپنے پیروؤں میں سے ہر ایک شخص کو جس کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی عورت کو کہے کہ "اے نیک بخت اولاد کی خواہش کرنے والی عورت تو مجھ سے علاوہ دوسرے خاوند کی خواہش کر" اور اسپر اس کی عورت "دوسرے کے ساتھ نیوگ کرکے اولاد پیدا کرے" تاہم آریہ صاحبان میں سے کوئی مثال ایسی نہیں مل سکتی جس نے علی الاعلان پنڈت دیانند صاحب کے اس ارشاد پر عمل پیرا ہونے کی جرأت کی ہو۔ حالانکہ کئی ایک ان میں سے ایسے ہونگے جن کے ہاں اولاد نہیں ہوگی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اس ارشاد کی تعمیل کرنے کے لئے تیار نہیں اور اس فعل کو اپنی عزت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اب اگر نیوگ کرنے کرانے کی اجازت بیوہ عورت یا ایسی عورت جس کا خاوند اولاد پیدا کرنے کے ناقابل ہو۔ اور رنڈوے مرد تک ہی محدود ہوتی۔ تو کہا جا سکتا تھا کہ چونکہ پنڈت دیانند صاحب نے اپنے ماننے والوں کو خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں کسی حالت میں بھی چونکہ دوسری شادی کی اجازت نہیں دی اس لئے دوسری شادی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے نیوگ کا طریق نکالا ہے اگرچہ یہ طریق ایسا ناقص ہے۔ کہ اس پر کھلے بندوں عمل کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے۔ لیکن ستیارتھ پرکاش سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نیوگ کا حلقہ اثر اس قدر وسیع اور فراخ ہے۔ کہ اگر اسپر علدرآمد شروع ہو جائے۔ تو بہت ہی مشکل ہے۔ کہ اس کے ماننے والوں میں سے کوئی بھی اس کے اثر سے محفوظ رہ سکے۔ جیسا کہ "ستیارتھ پرکاش" کے مندرجہ ذیل حوالجات سے ظاہر ہے۔

خاوند کے پردیس جانے پر نیوگ

موجودہ زمانہ میں سفر کے آسان اور آرام دہ سامان پیدا ہو جانے اور ضروریات زندگی کے بڑھ جانے کی وجہ سے دور دراز ممالک کا سفر کرنا ایک معمولی بات ہو گئی ہے۔ اور ہر ایک شخص کو کسی نہ کسی غرض کے لئے سفر اختیار کرنا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ اگر پنڈت دیانند صاحب کے مندرجہ ذیل ارشاد پر علدرآمد شروع ہو جائے تو کیا نتیجہ نکلے۔ کہ

> "اگر بیاہا خاوند دھرم کی غرض سے غیر ملک میں گیا ہو تو بیاہی عورت آٹھ برس اور اگر علم و نیک نامی کے لئے گیا ہو تو چھ برس اور اگر دولت وغیرہ مقصد کے لئے گیا ہو تو تین برس تک انتظار کرکے پھر نیوگ کرکے اولاد پیدا کرے جب شادی شدہ خاوند آوے تب نیوگ شدہ خاوند سے قطع تعلق ہو جاوے"
>
> ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۳۸

اس ارشاد میں دھرم کی خاطر غیر ملک میں جانے والے خاوند کی بیوی کو آٹھ برس اور علم و نیک نامی کی غرض سے جانے والے کی بیوی کو چھ برس اور دولت وغیرہ اغراض کے لئے جانے والے کی بیوی کو تین برس انتظار کرنے کے بعد نیوگ کرکے اولاد پیدا کرنے کا اختیار دیدیا گیا ہے۔ اور اس تعلق کو اس وقت تک بحال رکھا گیا ہے۔ جب تک کہ اصلی خاوند نہ آجائے۔ یہاں ہمیں یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ غیر ملک میں جانے کی اغراض کے مختلف ہونے پر جانے والوں کی عورتوں کے لئے مدت انتظار میں کیوں کمی بیشی رکھی گئی ہے۔ اور کیوں ایسی عورت کو تو جس کا خاوند دھرم کی غرض سے غیر ملک میں گیا ہو آٹھ سال تک "انتظار کرنے کا ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں اس عورت کو جس کا خاوند دولت وغیرہ کمانے کے لئے گیا ہو صرف تین سال کے بعد ہی نیوگ کر لینے کی اجازت دیدی گئی ہے۔ لیکن اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ کیا "ستیارتھ پرکاش" کی یہ تعلیم قابل علدرآمد قرار دی جا سکتی ہے۔ اور کیا اس کا حلقہ اثر نہایت وسیع اور ہمہ گیر نہیں ہے۔ اگر ہے تو کیوں اس سے نجات نہیں حاصل کی جاتی۔ اور کیوں اس تعلیم کو

نکال نہیں دیا جاتا۔

صرف لڑکیاں ہونے پر نیوگ

مذکورہ بالا تلقین تو پنڈت دیانند صاحب نے عورتوں کو کی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی مردوں کے متعلق فرمائے ہیں کہ :-

"ویسے ہی مرد کے لئے بھی قاعدہ ہے۔ کہ (۱) عورت بانجھ ہو تو آٹھویں برس (۲) اولاد ہو کر مر جائے تو دسویں برس (۳) جب جب اولاد ہو تب تب لڑکیاں ہی ہوں لڑکے نہ ہوں۔ تو گیارھویں برس تک (۴) اور جو بد کلام بولنے والی ہو تو جلدی ہی اس عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے۔" صفحہ ۱۴۰

اس حوالہ کے نمبر ۳ اور ۴ کے متعلق ہم کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ نمبر ۳ میں کہا گیا ہے۔ کہ اگر لڑکیاں ہی پیدا ہوں۔ اور لڑکے نہ ہوں تو گیارھویں برس تک انتظار کر کے کسی اور عورت سے نیوگ کر لینا چاہیئے۔ اس اجازت سے پنڈت دیانند صاحب کی بیان کردہ نیوگ کی یہ تعریف غلط ہو گئی۔ کہ :-

"وواہ کے بعد خاوند کی وفات وغیرہ سے جدائی ظہور میں آنے پر خواہ نامردی وغیرہ دائمی امراض کی صورت میں عورت کا اپنے ورن یا اپنے سے اعلیٰ ورن کے مرد سے یا مرد کا بوقت لاچاری جو اولاد کو حاصل کرنا ہے۔ وہ نیوگ کہلاتا ہے۔"

کیونکہ لڑکیاں بھی اولاد ہی ہوتی ہیں۔ پس جب لڑکیوں کے ہوتے ہوئے نیوگ کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس کی غرض اولاد پیدا کرنا نہیں ہے۔ بلکہ کچھ اور ہے۔

عورت کے بد کلام ہونے پر نیوگ

علاوہ ازیں نمبر ۴ میں عورت کی بدکلامی کو نیوگ کرنے کی وجہ قرار دیا گیا ہے۔ نہ کہ اس کے اولاد پیدا کرنے کے ناقابل ہونے کو۔ اور یہ وجہ ایسی معمولی اور آسان ہے کہ صرف زبان ہلانے سے گھڑی جا سکتی ہے۔ ایک ایسا شخص جو کسی غیر عورت سے نیوگ کرنے کی تمنا رکھتا ہو نہایت سہولت اور آسانی کے ساتھ کہہ سکتا ہے۔ کہ چونکہ میری عورت "بد کلام بولنے والی" ہے اس لئے میں فلاں عورت سے "نیوگ" کرنے کا حق رکھتا ہوں۔ ایسی صورت میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نیوگ کی رسم کس کثرت کے ساتھ پھیل سکتی ہے اور اس کا اثر کس قدر وسیع ہو سکتا ہے۔

مرد کے تکلیف دہندہ ہونے پر نیوگ

مذکورہ بالا حوالہ میں تو ہم نے یہ بتایا ہے۔ کہ مردوں کے نیوگ سے مستفیض ہونے کی وجہ ایک ایسی بات کو قرار دیا گیا ہے جو نہایت آسانی سے بنائی اور گھڑی جا سکتی ہے۔ اب یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اس پہلو میں عورتوں کے لئے سہولت پیدا کرنے کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ اور صاف طور پر کہدیا گیا ہے کہ

"اگر مرد نہایت تکلیف دہندہ ہو تو عورت کو چاہیئے کہ اسکو چھوڑ کر دوسرے مرد سے نیوگ کرا اولاد پیدا کر کے اسی بیاہے خاوند کے وارث اولاد پیدا کرے۔"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۳۸)

اس حوالہ میں عورت کو نیوگ کرنے کی اجازت جس بنا پر دی گئی ہے۔ وہ اس کے پتی کا "تکلیف دہندہ" ہونا ہے۔ جس سے ایک عورت اس سے بھی زیادہ آسانی سے فائدہ اٹھا سکتی ہے جس آسانی سے ایک مرد اپنی عورت کو "بد کلام بولنے والی" قرار دیکر اٹھا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں عورت کو اپنے تکلیف دہندہ پتی سے انتقام لینے کا بھی خوب ہی موقعہ دیا گیا ہے۔ چنانچہ صرف یہی نہیں کہا گیا۔ کہ وہ اس کو چھوڑ کر دوسرے شخص سے نیوگ کرے۔ بلکہ ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا گیا ہے۔ کہ اسے چھوڑ کر دوسرے مرد سے نیوگ کرنے سے جو اولاد پیدا ہو اسے بیاہے خاوند کی جائداد کا وارث بنا دے۔

ایسی سخت سزا کے خوف سے ممکن نہیں کہ کوئی پتی اپنی استری کی کسی بات پر بھی ناپسندیدگی یا ناراضگی کا اظہار کرے۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ تمام کے تمام میاں بیویوں میں کبھی کسی بات پر شکر رنجی نہ ہو۔ اگر نہیں تو پھر ان لوگوں کو جو "ستیارتھ پرکاش" کو اپنی مذہبی پستک سمجھتے ہیں غور کرنا چاہیئے۔ کہ اس کتاب کے مذکورہ بالا حوالہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے اگر عورتیں آگاہ ہو جائیں تو کیسا خطرناک نتیجہ رونما ہو اور کیسی مشکلات پیدا ہو جائیں

عالم جوانی میں رہا نہ جانے پر نیوگ

نیوگ کرنے کرانے کی مذکورہ بالا وجوہات جو اوپر بیان ہوئیں ان سے جہاں پنڈت دیانند صاحب کی بیان کردہ نیوگ کی تعریف درست نہیں ثابت ہوتی۔ وہاں یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ ان وجوہات کا پیدا کرنا کسی نیوگ کے متمنی مرد یا عورت کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے تاہم انھیں نیوگ سے مستفیض ہونے والوں کے لئے کچھ نہ کچھ شرائط تو کہا جا سکتا ہے۔ لیکن ذیل کے حوالہ میں جس بات کو مد نظر رکھ کر نیوگ کی اجازت دیگئی ہے۔ وہ نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔

پنڈت دیانند صاحب لکھتے ہیں کہ

"اگر حاملہ عورت سے ایک سال صحبت نہ کرنے کے عرصہ میں مرد سے یا دائم المریض مرد کی عورت سے نہ رہا جائے تو کسی سے نیوگ کر کے اس کے لئے اولاد پیدا کر دے گے"

(ستیارتھ صفحہ ۱۳۹)

رہا نہ جانے پر نیوگ کی اجازت دینا ایک ایسا خطرناک اور نقصان رساں فعل ہے۔ کہ جس کے نتائج کا تصور کرنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک وہ مرد یا عورت جو نیوگ سے فائدہ اٹھانے کی خواہشمند ہو۔ کہہ سکتی ہے کہ مجھ سے رہا نہیں گیا۔ اور کوئی اس

کے قول کو جھٹلانے یا غلط قرار دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ہمیں تہذیب اور شرافت اجازت نہیں دیتی کہ نیوگ کے متعلق مذکورہ بالا حوالجات کی زیادہ تشریح و توضیح کریں۔ ورنہ ہم کھول کر بتلاتے کہ ان کی وجہ سے کیسے کیسے خطرناک حالات اور شرمناک واقعات پیدا ہو سکتے ہیں۔ تاہم جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے سمجھدار اور غیرت مند اصحاب کے لئے کافی ہے۔ البتہ اگر ہماری ان مختصر اشارات کے جواب میں کچھ لکھا گیا اور ہماری نتائج کو غلط قرار دینے کی کوشش کی گئی۔ تو ہم مفصل طور پر لکھینگے۔ فی الحال ہم اسی پر اکتفا کرتے ہوئے اُمید رکھتے ہیں۔ کہ اگر آریہ صاحبان نے غور فرمایا تو کچھ بعید نہیں کہ ستیارتھ پرکاش کی اس تعلیم کے نقصانات ان کے ذہن نشین ہو جائیں۔ اور وہ اس کے نکالنے کی فکر میں لگ جائیں۔

آخر میں ہم اس ناگوار مضمون کو ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں۔ کہ وہ لوگ جن کی مذہبی کتاب میں ایسی شرمناک تعلیم پائی جاتی ہے۔ وہ قرآن کریم کی بے عیب تعلیم پر کس منہ سے اعتراض کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ انھیں چاہئے کہ اپنے گھر کی فکر کریں اور جب تک نیوگ کی تعلیم کو نکال کر پھینک نہ دیں۔ کسی کو منہ نہ دکھائیں۔

گرنتھ صاحب نہیں جلایا گیا

پچھلے اخبار میں ریاست پرتاب گڑھ میں جو گرنتھ صاحب کے جلائے جانے کی خبر شائع کی گئی تھی اس کی تردید شائع ہو گئی ہے۔ جو ریاست مذکور کے ایک سکھ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے بذریعہ چٹھی کے کی۔ اور لاہور کے ایک سکھوں کے جلسہ میں سنائی گئی۔ اس چٹھی میں یہ بھی مذکور تھا کہ جس سادھو نے یہ افواہ اُڑائی تھی وہ ایک بدچلن آدمی ہے اور کئی اغوا کر چکا ہے۔ اور جس کو اس جرم میں ریاست سے سزا دیگئی ہے۔

کٹار پور میں مسلمانوں پر مظالم

اس دفعہ خیال ہوا تھا کہ عید اضحیٰ خیر و عافیت سے گذر گئی ہے۔ اور بہار کے خونی مناظر لوگوں کو نہیں دیکھنا پڑے۔ مگر افسوس کہ شوریدہ سر ہندوؤں نے بہار کے مفسد اور ظالم لوگوں کے عبرتناک انجام سے سبق نہ لیا اور کٹارپور متصل ہردوار میں وہ وہ مظالم کئے گئے ہیں کہ جو بعض حیثیتوں میں صوبہ بہار کے مظالم سے بھی بڑھ کر ہیں۔ بہار میں قتل و غارت ہوئی۔ لوٹ کھسوٹ ہوئی۔ مکانات کو جلایا گیا۔ مگر زندہ انسانوں کو آگ میں نہیں جھونکا گیا تھا۔ اس کمی کو کٹارپور میں پورا کر دیا گیا۔ اور زندہ مردوں عورتوں اور بچوں تک کو آگ میں ڈال کر جلایا گیا۔

کٹارپور ضلع سہارنپور میں ایک گاؤں ہے جس میں ہندوؤں کی زمینداری۔ اور انھیں کی سات سو کے قریب آبادی ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک قلیل تعداد مسلمانوں کی بھی وہاں آباد ہے۔ گذشتہ سالوں میں بھی عید اضحیٰ کے موقعہ پر ہندو مسلمانوں میں کچھ چھیڑ چھاڑ ہو جایا کرتی تھی جس کے متعلق بعض دفعہ عدالتی چارہ جوئی تک نوبت پہنچی اور مسلمانوں کو ہمیشہ قربانی کا حق حاصل رہا۔ اس دفعہ بھی چونکہ پہلے سالوں کی طرح مسلمانوں نے کلکٹر صاحب ضلع سے باقاعدہ قربانی کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ اور بطور احتیاط اور حفظ ماتقدم سب ڈویژنل افسر کی کے سلسلے ایک طمانیت نامہ پر ۹ ہندو اور ۵ مسلمانوں نے دستخط بھی کر دیے تھے۔ اس لئے مسلمان فساد کی جانب سے مطمئن تھے۔ لیکن عید کے دن ہندوؤں کا ایک بہت بڑا مجمع ہو گیا جس میں کٹارپور کے علاوہ بیرونجات کے ہندو بھی شامل تھے اور اس نے بزور مسلمانوں کو قربانی سے روکنا چاہا۔ ایسی حالت میں ان سرکاری آفیسروں نے جو اس وقت وہاں موجود تھے مسلمانوں کو کہا کہ چونکہ ہندو بہت زیادہ تعداد میں جمع ہیں اور ان سے فساد کا اندیشہ ہے۔ اس لئے مسلح پولیس

کے آنے تک جو کل آجائیگی آج قربانی نہ کی جائے۔ چونکہ قربانی تین دن تک کی جا سکتی ہے۔ اس لئے مسلمانوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔ دوسرے روز تحصیلدار اور سب ڈویژنل افسر ایک مسلح پولیس کی گارد لیکر جس میں حسب بیان اخبار ہمدم بیشتر ہندو تھے کٹارپور آپہنچے۔ اور انھوں نے آکر مسلمانوں کو کہا کہ گایوں کی جگہ بکرے ذبح کریں تو ہندو گایوں کی قیمت کے طور پر انھیں پانسو روپیہ دیدیں گے۔ مگر چونکہ مسلمان اسپر رضامند نہ ہوئے۔ اس لئے ۵ ہندو کنکھل و ہردوار سے اور دو مسلمان راجپوت جوالا پور سے تصفیہ کے لئے بلائے گئے۔ اور وہ گائیں جو قربانی کے لئے مسلمانوں کے پاس تھیں ایک ہندو منت کے سپرد کر دیگئیں۔

ادھر تو یہ انتظام ہو رہا تھا۔ اور ابھی مسلمانوں کے تاتم مقام نہ پہنچے تھے۔ کہ ادھر ہندوؤں نے طرح طرح کی افواہیں اُڑانی شروع کر دیں۔ کبھی تو یہ مشہور کیا جاتا کہ مسلمان گایوں کو واپس لینے کی کوشش کر رہے ہیں کبھی یہ کہا جاتا کہ واپس تو کبھی کے لیگئے ہیں اب ذبح کر رہے ہیں۔ اور کبھی یہ کہ مسلمانوں نے ایک سادھو کو مار دیا ہے۔ اس قسم کی افواہوں سے مجمع بھڑک اُٹھا۔ اور ہندوؤں نے یکلخت مسلمانوں پر سخت حملہ شروع کر دیا۔

مسلمان اگرچہ ان کے مقابلہ میں مٹھی بھر بھی نہ تھے اور اچانک ان پر حملہ کیا گیا تھا لیکن انھوں نے حملہ کو نہایت بہادری سے روکا اور جب تک وہ ایک جگہ جمع رہے ہندو ان کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے بلکہ انھوں نے اس جم غفیر کو کچھ فاصلہ تک دھکیل دیا۔ مگر جب انھیں یہ اطلاع پہنچی کہ ان کے مکانات کو آگ لگا دی گئی ہے تو وہ اپنے مال و اسباب اور بیوی بچوں کو بچانے کے لئے دوڑے۔ اور جبکہ وہ علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو ہندوؤں نے بے دردی اور وحشیانہ جوش و خروش سے مسلمان بوڑھوں بچوں اور عورتوں کو مارنا۔ اور ان کی اور نیم جان لاشوں کو آگ میں دھکیلنا شروع

ہندو حملہ آوروں کی تعداد تین چار ہزار سے کسی طرح کم نہ تھی۔ جہاں کہیں کوئی مسلمان ملتا تھا اس کو جان سے مار ڈالا جاتا تھا۔ اور جلتے ہوئے پھوس کے مکانوں کی آگ میں ڈال دیا جاتا تھا۔ ان کو مکانوں کے چھپروں اور چارپائیوں کے ساتھ باندھا جاتا تھا اور پھر سلگتے ہوئے اُپلے ان کے گرد چُن کر انھیں جلا دیا جاتا تھا۔

جس وقت یہ کہرام مچا ہوا تھا اور قیامت خیز واقعہ ہو رہا تھا اس وقت پنڈت گنگا رام صاحب ایم اے آریہ سب ڈویژنل آفیسر موقع پر موجود تھے۔ جن سے انسپکٹر پولیس نے کئی بار فیر کرنے کی اجازت طلب کی۔ تاکہ مجمع منتشر ہو جاتے۔ اور قتل و غارت کا بازار سرد پڑے۔ لیکن انھوں نے ہر دفعہ انکار ہی کیا اور فیر کرنے کی بالکل اجازت نہ دی۔

نہ معلوم تباہی اور بربادی کا یہ منظر کب تک رہتا اور کس قدر انسان جان سے مارے۔ اور آگ میں جلائے جاتے کہ مسٹر اسٹبس صاحب کلکٹر سہارنپور جو عید اضحی کے روز فوجی جمعیت کے ساتھ قربانی کرانے کے لئے گنگوہ گئے ہوئے تھے اور اسی دن واپس آئے تھے۔ کٹار پور کے فساد کی اطلاع ہوتی اسپر وہ نہایت عجلت کے ساتھ ننگی پیٹھ گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں پہنچے اور انھوں نے اپنی آنکھوں ظلم و ستم ہونے اور مسلمانوں کو آگ میں جلتے دیکھا۔ بیان کیا گیا ہے۔ کہ جس وقت وہ موقع واردات پر پہنچے ہیں تو ایک چھوٹے بچے کو جو آگ میں تڑپ رہا تھا دیکھ کر بیتاب ہو گئے۔ اور خود گھس کر اس کو آگ سے نکال لائے۔ اور اپنے ہاتھ سے اس کے منہ میں پانی ٹپکاتے رہے۔ جس نے بالآخر انھیں کے سامنے جان دیدی۔ مسٹر موصوف کے آنے تک جس قدر مسلمان آگ کے حلقہ میں گھر گئے تھے۔ ان میں اکثر تو دم توڑ چکے تھے اور باقی کے تڑپ رہے تھے اور ہندو راہ فرار اختیار کر رہے تھے۔ اس وقت جب مسٹر اسٹبس صاحب نے آریہ سب ڈویژنل آفیسر صاحب سے پوچھا کہ فیر کے ذریعہ مجمع کو کیوں منتشر نہیں کیا گیا۔ تو انھوں نے کہا کہ اس سین کو دیکھ کر جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا میں حیرت زدہ ہو گیا تھا۔ اس لئے حکم نہ دے سکا۔

اس واقعہ کے متعلق جو سرکاری اطلاع شائع ہوئی ہے۔ اس میں یہ بیان کرنے کے بعد کہ اس واقعہ کی تحقیقات ہو رہی ہے۔ اور اس کی عدالتی چارہ جوئی کی جائیگی اس لئے واقعات پورے طور پر مفصل طریقہ پر نہیں بیان کئے جا سکتے۔ لکھا گیا ہے کہ تقریباً ۲۲ مسلمانوں کے مارے جانے کی اطلاع ملی ہے۔ ان کی لاشیں آگ میں جھونک دی گئیں۔ گاؤں کے ایک بڑے حصہ میں آگ لگا دی گئی تھی۔

یہ ہیں اس اندوہناک واقعہ کے نہایت مختصر اور مجمل سے حالات جن کو پڑھ کر کونسا مسلمان ہے جس کے رونگٹے نہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے منہ سے بے اختیار یہ دعا نہ نکلتی ہو کہ خدا تعالیٰ ہندوستان کو گورنمنٹ برطانیہ کے ہی زیر سایہ رکھے جو ظالم اور بیرحم لوگوں سے کمزوروں کی حفاظت کرتی ہے۔ نہایت ہی تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ ایسے روح فرسا اور دردناک حالات میں مسلمان ہوم رول کے مطالبہ میں ہندوؤں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملا رہے ہیں۔ اور اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جب موجودہ صورت میں ہندو ان کے ساتھ مذہبی اختلافات کی وجہ سے نہایت ظالمانہ سلوک کرنے سے دریغ نہیں کرتے تو ہوم رول ملنے پر کیوں کرینگے۔ لیکن یہ خیال تو ان لوگوں کو پیدا ہو سکتا ہے۔ جو اپنے مذہب کی قدر کرتے اور اس کے احکام کو واجب العمل سمجھتے ہیں اور جو ایسا نہیں سمجھتے انھیں اس کی کیا پرواہ ہے۔ کیا اس قسم کے روح فرسا واقعات ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں ہیں جو سیلف گورنمنٹ کا مطالبہ کرتے وقت ہندو مسلم اتحاد کے گیت گاتے ہیں اور اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ابھی تک ہندوستان کے لوگوں کو یہ درجہ حاصل نہیں ہوا کہ مذہبی اور نسلی اختلافات کی موجودگی میں وسعت حوصلہ اور بے تعصبی کا اظہار کر سکیں۔

النظر

کہکشاں صوبہ پنجاب میں مدت سے یہ افسوسناک کمی پائی جاتی تھی کہ اس میں کوئی اعلیٰ درجہ کا ادبی رسالہ شائع نہیں ہوتا تھا۔ خوشی کی بات ہے کہ اس کمی کو سید ممتاز علی صاحب کے صاحبزادے سید امتیاز علی صاحب تاج نے کہکشاں کے نام سے ایک ماہوار رسالہ جاری کر کے پورا کر دیا ہے۔ اس رسالہ کا پہلا نمبر اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ جس میں ملک کے بہترین مضمون نگاروں اور انشا پردازوں کے ادبی لحاظ سے بہت عمدہ اور دلچسپ مضامین اور نظمیں درج ہیں جن سے امید ہو سکتی ہے۔ کہ منتظمین رسالہ اپنے اس غرض میں کامیاب ہو سکینگے۔ کہ جو توقعات کسی بہترین ادبی رسالہ سے اردو زبان کو ہو سکتی ہیں۔ ان کے پورا کرنے کے لئے کہکشاں جاری کیا گیا ہے۔ موجودہ گرانی اور قحط سالی کے ایام میں اس قسم کا رسالہ جاری کرنے کی جرات کرنا جو کہ آسان کام نہیں ہے بتلاتا ہے کہ رسالہ کو دلچسپ اور مفید بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جائیگا۔ اور اس کے چلانے میں انتہائی کوشش اور سعی سے کام لیا جائیگا۔ ایسی صورت میں ادبی مذاق رکھنے والے احباب کو چاہیئے کہ ضرور اس کا مطالعہ کریں۔ پہلا نمبر ۲×۲۰/۳۰ کے ۷۰ صفحہ پر شائع ہوا ہے۔ قیمت للعہ روپیہ سالانہ ہے درخواست خریداری مندرجہ ذیل پتہ پر بھیجنی چاہیئے۔

مینجر سنٹرل پبلشنگ ہوس ریلوے روڈ۔ لاہور

نبوت مسیح موعود اور النبوۃ فی الاسلام اس نام کا ایک حکیم محمد الدین صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ گوجرانوالہ نے ایک ۴۴ صفحہ کا رسالہ شائع کیا ہے جس میں مولوی محمد علی صاحب کی کتاب النبوۃ فی الاسلام کے چند ایک ایسے حوالے پیش کئے ہیں جن میں انھوں نے حضرت مسیح موعود کی تحریروں کو توڑ مروڑ کر اور بعض جگہ خیانت سے کام لے کر پیش کیا ہے۔ احباب حکیم صاحب موصوف سے یہ رسالہ منگوا کر پڑھیں۔ اور غیر مبائعین میں تقسیم کریں تاکہ انھیں اپنے امیر کے تقوے کا علم ہو۔ قیمت فی کاپی ۱ / اور ایک روپیہ کی دس۔

خطبہ جمعہ

وسواس الخناس سے بچنے کا طریقہ

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ

فرمودہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۸ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد یہ سورۃ پڑھی :-

قل اعوذ برب الناس ۝ ملك الناس ۝ اله الناس ۝ من شر الوسواس الخناس ۝ الذی یوسوس فی صدور الناس ۝ من الجنة والناس ۝

اور فرمایا!

انسان کی ترقیات

انسان کے لئے جہاں ترقی اور کامیابی کی راہیں کھلی ہیں وہاں بہت سے سامان اس کی ہلاکت کے بھی ہیں۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ انسان ترقی کرتے کرتے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا محب اور دوست ہو جاتا ہے۔ وہ خدا کے حضور ایسے مقام پر کھڑا کیا جاتا ہے۔ کہ اس پر وار کرنے والا اس پر وار کرنے کی بجائے خدا پر وار کرنے والا قرار دیا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے اندر ہوتا ہے۔ باہر ہوتا ہے۔ آگے ہوتا ہے پیچھے ہوتا ہے۔ اوپر ہوتا ہے۔ غرض ہر طرف سے وہ خدا کی پناہ میں ہوتا ہے۔ اس لئے جب وار کرنیوالا اس پر وار کرتا ہے۔ تو اسکا وار اس پر پڑنے کی بجائے خدا کی کسی نہ کسی صفت پر پڑتا ہے۔ پس وہ ایسے مقام پر ہوتا ہے۔ کہ خدا کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے۔ اور بعض لوگ دھوکہ میں پڑ کر اسے خدا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

انسان کا انسانیت سے تنزل

مگر باوجود اس کے اس میں بھی کچھ شک نہیں۔ کہ جب انسان گرتا ہے تو انسانوں سے ہی نہیں۔ بلکہ کبھی وقت کتوں۔ سوروں گدھوں ریچھوں اور بندروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے اور کسی وقت نجاست کے کیڑوں سے بھی پلید تر ہو جاتا ہے۔ ترقی کرتا ہے تو اس مقام پر پہنچتا ہے۔ جس پر فرشتہ بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اور اگر گرتا ہے۔ تو ایسا گرتا ہے کو ذلیل سے ذلیل مخلوق سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک صوفی تھے وہ پہاڑ پر رہتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کے متعلق ایسا انتظام کیا تھا کہ ان کو دونوں وقت کھانا وہیں پہنچ جایا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کو یہ ابتلاء پیش آیا کہ تین دن متواتر کھانا نہ ملا جب بھوک سے حالت خراب ہونے لگی۔ تو وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور قریب کے گاؤں میں گئے۔ اور ایک مکان پر پہنچکر کھانے کو مانگا۔ گھر والوں نے ان کو تین روٹیاں دیں۔ وہ روٹیاں لے کر واپس ہوئے تو گھر والوں کے دروازے پر ایک کتا بیٹھا تھا وہ ان کے ساتھ ہو لیا۔ انھوں نے اس کو آدھی روٹی ڈالدی۔ مگر وہ کھا کر پھر ساتھ چلنے لگا۔ آدھی انھوں نے اور ڈالدی۔ وہ اس آدھی کو بھی کھا کر پیچھے چلا آتا رہا۔ انھوں نے ایک روٹی ڈالدی۔ اور کہا کہ واقعی بیچارا ایک روٹی سے کیا سیر ہوگا۔ لیکن جب وہ روٹیاں بھی کھا چکا تو پھر بھی ان کے پیچھے سے نہ ہٹا۔ انھوں نے غصہ میں آکر تیسری روٹی بھی ڈالدی۔ اور کہا کہ تو بڑا بے حیا ہے جو پیچھا ہی نہیں چھوڑتا۔ انسان کی عادت ہے کہ جب وہ غصہ میں آتا ہے تو دیواروں اور درختوں کو بھی مخاطب کر لیا کرتا ہے۔ تو انھوں نے غصہ کی حالت میں کتے کو بے حیا کہا۔ اس پر کشفی طور پر اس کتے نے ان سے گفتگو کی۔ اور کہا کہ بے حیا میں ہوں کہ تو۔ خدا تجھکو ہمیشہ رزق پہنچاتا تھا۔ مگر صرف تین دن نہ پہنچا تو اٹھ کر لوگوں کے دروازوں پر مانگنے چلا گیا۔ مگر میں ہوں کہ ہمیشہ اپنے آقا کے دروازے پر پڑا رہتا ہوں۔ خواہ ہفتوں فاقہ میں گذر جائیں۔ کتے کی اس گفتگو سے جو کشفی طور پر ہوئی تھی ان کو اپنی کمزوری کا احساس ہو گیا۔ اس سے توبہ کی اور اپنے اس مقام پر جا بیٹھے۔ اور خدا تعالیٰ نے پھر ان کو اسی طرح کھانا پہنچانا شروع کر دیا۔ تو واقعی کتے میں وفاداری کی صفت ایسی ہے کہ وہ اپنے آقا کی خاطر جان بھی دیدیتا ہے۔ اور ذرا پرواہ نہیں کرتا مگر انسان ایسے ہوتے ہیں۔ جو دوست وغیرہ کو مصیبت کے وقت چھوڑ دیتے ہیں۔

تو بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جن میں کتے جتنی بھی وفا نہیں ہوتی۔ اسی طرح گدھے کو احمق کہا جاتا ہے اور حماقت کے لئے گدھا مشہور ہے۔ لیکن بعض انسان اپنی حماقت میں گدھے سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔ گدھے میں اتنی تمیز ہوتی ہے کہ وہ کبھی شیر پر حملہ نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی حس ایسی تیز ہوتی ہے کہ وہ شیر کی دور سے ہی بو سونگھتا ہے۔ پس بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن انسان جب حماقت پر آتا ہے۔ تو نہ صرف خدا کے پہلوانوں پر حملہ کرتا ہے۔ بلکہ خدا کو بھی مقابلہ کا چیلنج دیدیتا ہے۔ گدھا احمق ہے۔ مگر اتنا نہیں کہ خطرہ کی جگہ میں ٹھہرا رہے۔ اور شیر کی بو پاتے ہی اسکو چھوڑ نہ دے۔ لیکن انسان ایسا احمق ہوتا ہے۔ کہ خدا کے سپہ سالاروں کے مقابلہ میں چلا جاتا ہے۔

پھر انسان گرتے گرتے بندر سے بھی زیادہ نقال اور خنزیر سے بھی زیادہ بے حیا ہو جاتا ہے۔ اگر کسی جانور میں ایک ایک نقص ہے۔ تو انسان میں تمام کے تمام نقائص جمع ہو جاتے ہیں۔ بے حیا یہ ہوتا ہے۔ بیوفا یہ ہوتا ہے۔ اندھا تقلید کرنے والا یہ ہوتا ہے احمق یہ ہوتا ہے۔

کبھی بھیڑ کی طرح مقلد ہو جاتا ہے۔ لوگوں کو نمازیں پڑھتا دیکھتا۔ تو خود بھی نماز پڑھنے لگتا ہے۔ لیکن کچھ نہیں سمجھتا کہ نماز کیوں پڑھتا ہوں۔ اور پھر بھی نماز پڑھتا ہے کہ لوگ تعریف کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہونگے۔ جو نمازیں تو لمبی لمبی پڑھیں گے مگر ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترےگا۔ یہ ایسے ہی لوگوں کے متعلق آپ نے فرمایا۔ پھر انسان نقلیں اتارتا ہے

تو ایسی بھونڈی کہ دیکھ کر ہنسی آ جاتی ہے۔ مثلاً یورپ کے لوگوں کی نقل میں ٹوپی۔ کوٹ پتلون پہنتا ہے۔ چونکہ ان لوگوں کو یہ لباس پہنتے صدیاں گذر گئیں اس لیئے ان کو برا نہیں معلوم ہوتا۔ مگر یہ لوگ جو ان کے نقال ہوتے ہیں۔ اور ویسا ہی بننا چاہتے ہیں۔ یہ گو ویسا ہی لباس پہن بھی لیں۔ یورپین وضع کی ٹوپی سر پہ رکھیں۔ مگر گوری رنگت کہاں سے لائینگے۔ پھر یورپین جس طرح چلتے پھرتے ہیں۔ اس کے لیئے ان کی تو چال ہی اس قسم کی ہوتی ہے۔ نہ تو انہیں تکلف کرنا پڑتا ہے۔ اور نہ وہ برے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ان لوگوں کو ایسی چال چلنے کے لیئے تصنع کرنا پڑتا ہے چنانچہ پچھلے سال شملہ میں دیکھنے کا اتفاق ہوا بعض لوگ جسم کو اکڑائے اور سر کو اٹھائے چلتے ہوئے نہایت بھونڈے معلوم ہوتے تھے۔

یورپین لباس سے عزت نہیں بلکہ انکی خوبیاں حاصل کرنے میں عزت ہے

ان لوگوں نے نقل کی نقل تو کی۔ مگر بھونڈی اور فضول نقل کی۔ جو ان کے لیئے بجائے فائدہ مند ہونے کے اور ذلیل کن ہے کیونکہ انسان معزز کوٹ پتلون و ہیٹ سے نہیں بن جاتا۔ اور نہ ہی یورپ کے لوگ اپنے لباس کی وجہ سے معزز ہیں۔ بلکہ کسی اور وجہ سے ہیں۔ ان لوگوں کو اگر ان کی نقل کرنی تھی تو ان صفات کی کرتے جن سے وہ دنیا میں معزز ہیں۔ مثلاً دنیا ہی کو وہ سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اور اس کے لیئے کوئی بڑی سے بڑی قربانی کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ لیکن اگر ان لوگوں کو کسی دور سفر پر جانے کے لیئے کہا جائے۔ تو اول تو موجودہ زمانہ میں جہاز کے سفر کے خطرے کو رستے میں روک بتائینگے۔ اور اگر جہاز کا سفر نہ ہو کسی ایسی جگہ کا سفر ہو جہاں ریل نہ جاتی ہو تو ریل کے نہ ہونیکا عذر کیا جائیگا۔ پھر اگر یورپ کے لوگوں کو مذہبی طور پر بھی دیکھا جائے۔ تو ان کی قربانیاں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ افریقہ کے وحشیوں نے سینکڑوں مشنری عورتوں کو بھون کر کھا لیا۔ مگر ایک کے بعد دوسری وہاں چلی جاتی۔ اور عیسائیت کی اشاعت میں لگ جاتی اور اگر ایک کی ہلاکت کی خبر پہنچتی ہے۔ تو کئی درخواستیں آتی ہیں۔ کہ ہم کو وہاں بھیجا جائے۔ چین میں اس وقت تک سات ہزار عیسائی مشنری قتل کیا گیا ہے لیکن ایک مارا جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا چلا جاتا ہے۔ ان کی نقل کرنے والے محض لباس اور چال میں نقل اتارنے سے چاہتے ہیں کہ ان کی طرح عزت حاصل ہو جائے مگر اس سے یہ ممکن نہیں۔ عزت ان کی عمدہ صفات حاصل کرنے سے ہو سکتی ہے۔ بنگال اور مدراس کے لوگ تعلیم میں بہت ترقی کر گئے ہیں۔ مگر اپنا لباس وہی رکھتے ہیں۔ بنگالی سر ننگے اور دھوتی باندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ مفتی صاحب جب مدراس گئے تو انھوں نے بتایا کہ چیف کورٹ کے جج بھی ننگے پیر بازاروں میں پھرتے تھے۔ اور اس سے ان کی عزت میں کچھ بھی فرق نہیں آتا۔ کیونکہ انھوں نے اہل یورپ کی سیکھنے کی باتیں سیکھی ہیں حضرت مسیح موعود کوئی کوٹ پتلون نہیں پہنتے تھے۔ مگر خدا نے آپ کو کتنی عزت دی۔ تو معلوم ہوا کہ لباس میں تقلید کرنے سے عزت حاصل نہیں ہوتی۔ پھر بعض لوگ بھیڑ کی طرح تقلید کرتے ہیں۔ اگر پوچھا جائے کہ یہ کام کیوں کرتے ہو تو کہینگے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا۔ اگر کوئی عقل کی بات بتاؤ اور کہو کہ ایسا کرو تو کہینگے ہم نہیں مان سکتے۔ کیونکہ یہ ہمارے باپ دادا کے طریقہ کے خلاف ہے۔ یہ نہیں دیکھینگے۔ کہ کونسی بات مفید اور عقل کے مطابق ہے۔

انسان کی ترقی اور تنزل کے اسباب

اللہ تعالےٰ نے سورہ والناس میں اس طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ کیونکر انسان انسانیت سے گرتا ہے۔ اور ساتھ ہی گرنے سے محفوظ رہنے کا طریق بتایا ہے۔ فرمایا۔ قُلْ اعوذ برب الناس الخ یعنی تین ذریعے ہیں جن کے ذریعہ انسان اوپر چڑھتا ہے۔ اور تین ہی وہ ذریعے ہیں جن سے نیچے گرتا ہے۔ ان تین ذرائع میں سے ایک ربوبیت ہے۔ دوسرا ملکیت ہے۔ اور تیسرا الوہیت۔ بہت دفعہ ربوبیت کے ذریعہ ابتلا آتا ہے اور بہت دفعہ ملکیت کے ذریعہ اور بہت دفعہ الوہیت کے ذریعہ اور پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں ایک نسبت فاعلی کے لحاظ سے اور ایک دوسری نسبت مفعولی کے لحاظ سے یعنی کبھی انسان دوسروں کا رب بنتا ہے۔ اور کبھی دوسروں کو اپنا رب بناتا ہے۔ پھر کبھی خود ملک بنتا ہے۔ اور کبھی دوسروں کو اپنا ملک بناتا ہے۔ اسی طرح کبھی خود اللہ بنتا ہے۔ اور کبھی دوسروں کو اپنا اللہ بنا لیتا ہے۔ گویا تین سے چھ ذریعہ بن جاتے ہیں۔

کبھی یہ رب ہوتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ لفظ رب عام ہے۔ خدا کے لیئے مثلاً رب الناس آیا ہے۔ اس کے معنی ہیں پیدا کرنے والا۔ اور پھر ادنیٰ حالت سے اعلیٰ کی طرف لیجانے والا۔ اور بعض دفعہ ربکم کہینگے۔ اور اس کے معنی ہونگے تمہارا سردار تو لغت والوں نے دونوں طرح لکھا ہے۔ کہ لفظ رب بغیر اضافت یا باضافت خدا کے لیئے آتا ہے۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ خدا کے سوا اوروں کے لیئے بھی بول لیتے ہیں۔ بہرحال ایک ربوبیت انسان کی ہوتی ہے۔ مثلاً اس کے غریب رشتہ دار ہیں اور وہ ان کی پرورش کرتا ہے۔ اسپر ابتلا اس طرح آتا ہے۔ کہ اس کے پاس اتنا رزق نہیں ہوتا کہ یہ ان کی پرورش کر سکے۔ اس لیئے یہ بعض ناواجب طریق اختیار کرتا ہے۔ چوری کرتا ہے۔ رشوت لیتا ہے۔ اسی طرح کسی کو اپنا رب سمجھتا ہے۔ اس کو خوش کرنے کے لیئے جھوٹ بولتا ہے۔ یا اور اسی قسم کی باتیں کرتا ہے۔ تو خدا کی ربوبیت کو بھولجاتا ہے۔ اور بندوں کو اپنا رب بنا لیتا ہے۔

دوسرا ذریعہ ملکیت ہے۔ یعنی بعض بادشاہ ہوتے ہیں۔ تو ان کے بادشاہ ہونے کی حیثیت میں ان پر رعیت کے کچھ حقوق عائد ہوتے ہیں۔ وہ ان میں خیانت کرتے ہیں۔ یا تو رعیت ہوتے ہیں۔ اور دوسرا ملک ہوتا ہے۔ تو رعیت ہونے کی حالت میں

بغاوت یا دیگر قسم کے سیاسی جرم کرتے ہیں -

تیسری شق الوہیت ہے - کہ کبھی تو انسان خود اللہ بن جاتا ہے - اور کبھی دوسروں کو الٰہ بنا لیتا ہے

حضرت خلیفہ اول جب اپنے ایک استاد سے رخصت ہونے لگے - تو انھوں نے آپ کو کہا کہ میں تمھیں ایک نصیحت کرتا ہوں - اور وہ یہ کہ تم کبھی خدا بننے کی خواہش نہ کرنا - حضرت مولوی صاحب نے حیران ہو کر پوچھا - کہ کیا خدا بھی کوئی بنتا ہے - انھوں نے کہا کہ زبان سے خدا ہونیکا تو بہت کم لوگ دعویٰ کیا کرتے ہیں - مگر عملاً بہت لوگ خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں - اور وہ اس طرح کہ وہ چاہتے ہیں - کہ جو کچھ ہم کہیں وہی ہو کر رہے - حالانکہ یہ بات تو خدا کے شایان شان ہے - جو لوگ قولاً دعویٰ کرتے ہیں - ان کا علاج تو عام لوگ بھی کر لیا کرتے ہیں - جیسا کہ مشہور ہے - کہ ایک شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا - علماء نے اسے بہتیرا سمجھایا - مگر وہ باز نہ آیا - ایک ان پڑھ تھا - وہ بہت کوشش کرتا تھا کہ مجھے موقعہ ملے تو میں اس کو سمجھاؤں مگر خدائی کے مدعی کے چیلے ہر وقت اس کے اردگرد جمع رہتے تھے - اتفاقاً ایک دن جبکہ وہ اکیلا تھا تو اسے موقعہ ملا - وہ اس کے پاس گیا اور جا کر دریافت کیا کہ کیوں جی آپ خدا ہیں - اس نے کہا ہاں - اس ان پڑھ نے اسے گردن سے پکڑ لیا - اور کہا کہ اچھا ہوا آج تو مجھے مل گیا ہے - میں تو مدتوں سے تیری تلاش میں تھا - آج تیری خبر لونگا - یہ کہکر اسے مارتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ تو نے ہی میرے فلاں رشتہ دار کو مارا ہے - اب تو میرے قابو آیا ہے - میں تجھکو ہرگز نہیں چھوڑونگا - جب بہت مار پڑی تو اس نے کہا مجھے چھوڑ دے میں خدا نہیں ہوں -

پس ٹھوکر لگنے کے تین ذریعہ ہیں - ربوبیت ملکیت - الوہیت - اس لئے اللہ تعالیٰ اس کا علاج بتاتا ہے - قل اعوذ برب الناس ○ ملک الناس ○ الٰہ الناس ○ کو اس بات کا یقین رکھو کہ رب الناس کے سوا کوئی رب نہیں - ملک الناس اصل بادشاہ تو وہ ہے - جو خدا ہے - الٰہ الناس اور معبود بھی وہی ہے - اس لئے کہو کہ میں اس خدا کی پناہ میں آتا ہوں جو رب ہے - ملک ہے اور الٰہ ہے - اس دعا میں ایک لطیف نکتہ ہے - اسلام کی تمام دعاؤں میں ایسے الفاظ اور ایسا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے - جس سے خدا کی غیرت کو جوش آتا ہے - کہا جا سکتا ہے کہ بجائے خدا کی تین صفات کے ذکر کرنے کے کیوں نہ صرف الٰہ الناس کہہ دیا کہ لفظ الٰہ میں تینوں مراتب اور صفات بھی آ جاتے - مگر اگر صرف لفظ اللہ کو رکھا جاتا تو وہ بات پیدا نہ ہوتی جو اس تفصیل سے پیدا ہوتی ہے - جناب رب تو رب الناس کہکر گویا خدا کی غیرت کو جوش دلایا ہے کہ لوگوں کا رب تو یہ ہے پھر اور کوئی کس طرح رب ہو سکتا ہے - اسی طرح باقی دونوں صفات میں بھی خدا کی غیرت کو جوش میں لایا گیا ہے - اور یہ ایسی بات ہے - کہ ہر شخص اس کو مشاہدہ کر سکتا ہے - اور خدا تعالیٰ نے خود شرک کے متعلق کس قدر غیرت کا اظہار فرمایا ہے - اس لئے جہاں ٹھوکر لگنے کا خطرہ تھا - اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ایسی دعا تلقین کی - کہ جس سے خدا کی غیرت کو جوش آئے - اور وہ اپنے بندوں کو تمام خطرات سے محفوظ رکھے تو انسان کو ٹھوکروں سے بچنے کے لئے کس چیز سے پناہ مانگنا چاہئے - فرمایا من شر الوسواس الخناس خناس کے وسوسوں سے

وسوسہ ڈالنے والے ہمیشہ ایسے طریق اختیار کرتے ہیں - جو بہت پوشیدہ ہوتے ہیں - اور نہایت چالاکی سے کوئی بدعقیدگی - اور بدعملی سکھا دیتے ہیں - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص اس دعا کو پڑھیگا - اور خدا کی ربوبیت ملکیت - الوہیت کو ذہن میں رکھیگا - وہ ضرور ایسے وساوس سے بچ جائیگا - وسوسہ انداز چپکے سے ایک شوشہ چھوڑ دیتے ہیں - اور کمزور آدمی کو ایسی جگہ سے پکڑتے ہیں کہ جہاں ان کا وار اثر کر سکے -

لدھیانہ میں ایک شخص میر عباس علی تھے - وہ حضرت صاحب سے بہت خلوص رکھتے تھے - حتیٰ کہ ان کی موجودہ حالت کے متعلق حضرت صاحب کو الہام بھی ہوا تھا -

لدھیانہ میں جب حضرت مسیح موعود اور محمد حسین کا مباحثہ ہوا تو میر عباس علی حضرت صاحب کا کوئی پیغام لے کر گئے - ان کو مولوی محمد حسین وغیرہ مولویوں نے بڑے احترام اور عزت سے ہاتھ چومے -

کہا آپ آل رسول ہیں آپکی تو ہم بھی بیعت کر لیں - لیکن یہ مغل کہاں سے آ گیا - اگر کوئی مامور آنا تو سادات میں سے آنا چاہئے تھا پھر کچھ تصوف و صوفیاء کا ذکر شروع کر دیا - میر صاحب کو صوفیاء سے بہت اعتقاد تھا - مولویوں نے کچھ ادھر ادھر کے قصے بیان کر کے کہا کہ صوفیاء تو اس قسم کے عجوبے دکھایا کرتے تھے - اگر مرزا صاحب میں بھی کچھ ہے - تو کوئی عجوبہ دکھلائیں - ہم آج ہی ان کو مان لیں گے - مثلاً وہ کوئی سانپ پکڑ کر دکھائیں - یا اور کوئی اسی قسم کی بات کریں - میر عباس علی کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی - اور جب حضرت صاحب کے پاس آئے تو کہا کہ حضور اگر کوئی کرامت دکھائیں - تو سب مولوی مان لینگے - حضرت صاحب فرماتے ہیں - کہ جب کرامت کا لفظ ان کی زبان سے نکلا تو اسی وقت مجھے یقین ہو گیا - کہ بس میر صاحب کو مولویوں نے پھندے میں پھنسا لیا - اسپر حضرت صاحب نے ان کو بہت سمجھایا مگر ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا - تو وسوسہ انداز لوگ ایک سوراخ تلاش کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ انسان کے دل میں وسوسہ ڈال دیتے ہیں - جس سے اسے ٹھوکر لگ جاتی ہے -

قادیان میں بھی ایسے لوگ ہیں - جن کا یہ کام ہے کہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالیں - بیعت بھی کی ہوئی ہے - اپنے آپ کو مخلص بھی قرار دیتے ہیں - مگر وسوسہ اندازی سے باز نہیں آتے - ایسے لوگوں سے محفوظ رہنے کا ایک ہی ذریعہ ہے - اور وہ یہ کہ انسان سچے دل سے اعوذ برب الناس پڑھے گا جو پڑھیگا یقیناً اللہ تعالیٰ اسکو وسوسے سے محفوظ رکھیگا - کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کے اخلاص کو ضائع نہیں کرتا - اور شیطان غالب نہیں آ سکتا - شیطان کو اقتدار نہیں دیا گیا - پس جب تم سچے دل سے اس سورۃ کو پڑھوگے - اور اس کے مفہوم و مطلب کو ذہن میں رکھوگے تو شیطان بھاگ جائیگا - لیکن جو لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کریں گے - وہ وساوس میں پڑ جائیں گے - اور ان پر شیطان کا قبضہ ہوگا

پس ہم سب رب الناس ملک الناس - الٰہ الناس کی پناہ میں آتے ہیں - اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کے وساوس سے بچائے -

حضرت مولانائے روم

بہ

عزاداری حسینؑ مظلوم

ایک مدت سے ہر محرم میں اہلسنت کی طرف سے شیعوں کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ مروجہ طریق عزاداری خلاف شعار اسلام اور محض ایک بدعت ہے۔ نہ اس سے شہداء کربلا کو کچھ ثواب پہنچتا ہے نہ عزاداروں کے ایمان و اخلاق پر کچھ اثر پڑتا ہے۔ مگر شیعہ کب مانتے ہیں۔ وہ تو اس فعل کو مذہب کا جزو اعظم اور موجب ہزاران ہزار حسنات کا جانتے ہیں۔ بعض صلح پسند طبائع اس ہر سالی کی چھیڑ خانی کو بنظر حقارت بھی دیکھتے ہیں۔ اور بعض آزادی پسند باوجود ادعائے نسانن بڑی خوشی سے مجالس عزاداری میں بھی شامل ہونے سے نہیں چوکتے۔ بلکہ وہاں کے شمول اور گریہ زاری کو شیعہ اصحاب کے ذریعہ مغفرت خیال کرتے ہیں۔

یہ راقم آثم بھی چونکہ گذشتہ چند سالوں سے اس موقعہ پر خاموش رہنا پسند نہیں کرتا۔ اور کچھ نہ کچھ مضمون نویسی کرنیکا عادی ہے۔ اب کے کوئی اور مضمون تو تیار نہ کر سکا اتفاق سے مثنوی مولانائے روم میں ایک حکایت نظر پڑ گئی۔ جو شہر حلب کے شیعوں کے متعلق ایک تمثیل کے ضمن میں مولانا نے بیان فرمائی۔ اس کو پڑھ کر تعجب ہوا کہ جس طرح کہ احمدی اور اہلحدیث اس رسم دیرینہ کو فضول سمجھتے ہیں۔ حضرت مولانائے مرحوم نے بھی اسکو بالکل ویسا ہی فعل عبث خیال فرمایا ہے۔

چونکہ ہم لوگ اس للّٰہی خیر خواہی میں شیعہ پارٹی میں بدنام ہو چکے ہیں۔ اور ہمکو پرلے درجہ کا متعصب اور دل آزار مشہور کیا جاتا ہے۔ اس واسطے مناسب ہے کہ اب کے ہم اپنی طرف سے اس موضوع پر کچھ نہ لکھیں۔ بلکہ حضرت مولانائے روم کی کتاب مستطاب سے ہی اس حکایت کو ہدیہ ناظرین کر دیں۔ صوفیان باصفا اور مردان باخدا میں مولانا کا جو رتبہ ہے اور اسی طرح ان کی مثنوی شریف کو ہر مذہب و ملت والوں میں جو قبولیت حاصل ہے۔ اس کے لئے ہمکو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ مثنوی شریف کیا ہے۔ حقائق و معارف کا ایک دریا ہے۔ جس میں نہ صرف اہل پارس ہی مستغرق ہو سکتے ہیں۔ بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہند و بنگالی اہل ذوق غوطہ زن ہیں۔ اور نہ صرف اہلسنت ہی ان کو بزرگان دین میں سے شمار کرتے ہیں۔ بلکہ علمائے شیعہ میں بھی آن کے دلدادہ پائے گئے ہیں۔ چنانچہ مجالس المومنین کے مولف قاضی نور اللہ شوستری جیسے غالی تشیع نے مولانا کو علمائے شیعہ میں شمار کیا ہے۔ اس لئے یقین ہے کہ ہمارے شیعہ احباب مولانا کی نصیحت کو جس کا خلاصہ ذیل میں ہے پوری توجہ کیساتھ خالی الذہن ہو کر سنینگے۔ حکایت کا عنوان یہ ہے "تشبیہ مغفلی کہ عمر ضائع کند و اِلٰی آخرہٖ" یعنی اس غفلت شعار کی مثال جو تمام عمر تو خواب غفلت میں گذار دے۔ اور چند آخری لمحوں میں توبہ و استغفار کرنے لگے۔ اہل حلب کے اُن شیعہ تعزیہ داروں کی مانند ہے۔ جو کہ عاشورہ میں ہر سال انطاکیہ کے دروازے پر کرتے تھے۔ اور جہاں پر ایک مسافر شاعر آ پہنچا۔ اور دریافت کیا کہ یہ شور و فغاں کیا ہے۔

خلاصہ حکایت۔ عاشورہ محرم کو تمام باشندگان حلب انطاکیہ کے دروازے پر رات تک مرد و زن جمع ہو کر شہیدان کربلا کا ماتم برپا رکھتے ہیں۔ یزید اور شمر کے ہاتھوں سے جو ظلم و ستم ڈھائے گئے۔ سب کا ذکر کرتے ہیں سننے والوں کے شور و واویلا سے تمام جنگل اور دشت گونج اٹھتے ہیں۔ اہلی لنا میں کوئی مسافر شاعر آن پہنچا۔ یہ شور و فغاں سنکر وہ شہر کو تو نہ گیا۔ بلکہ اسی ہجوم کی طرف روانہ ہوا۔ اور اس ہولناک نظارہ کی حقیقت دریافت کرنیکا قصد کیا۔ حیرت زدہ ہو کر پوچھنے لگا کہ یہ غم کیسا ہے۔ اور کس پر یہ مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ ہو نہ ہو کوئی بڑا رئیس مر گیا ہے۔ اتنا بڑا ہجوم کسی معمولی واقعہ پر نہیں ہو سکتا بھئی اس مرحوم کا نام اور القاب تو بتلاؤ ہم تو مسافر ہیں کیا جانیں۔ تم تو یہیں کے رہنے والے ہو نہ۔ مرحوم کا نام و پیشہ اور وصف واوصاف معلوم ہو جائیں۔ تو میں ایک مرثیہ لکھ ڈالوں۔ شاعر آدمی ہوں۔ کچھ انعام و اکرام مل جائیگا۔

آں یکے گفتش کہ ہاں دیوانہ
تو نہ شیعہ عدوے خانہ

روز عاشورہ نہ میدانی کہ ہست
ماتم جانے کہ از قرنے بہ است

پیش مومن ماتم آن پاک روح
شہرہ تر باشد ز صد طوفان نوح

اس کے جواب میں ایک بولا کہ تم سچ مچ دیوانے ہو۔ شیعہ اہلبیت نہیں ہو۔ بلکہ دشمن ہو۔ عاشورہ کا دن ہے۔ اور تم نہیں جانتے کہ اس انسان کا ماتم ہے۔ جو ایک زمانہ سے ممتاز ہے۔ اس پاک روح کا ماتم مومن کے لئے سو طوفان نوح سے بھی زیادہ مشہور و معروف ہے ؎

گفت آرے لیک کو دور یزید
کے بُد است ایں غم چہ دیر اینجا رسید

چشم کوراں ایں خسارت را بدید
گوش کراں ایں حکایت را شنید

خفتہ بودستید تا اکنوں شما
کہ کنوں جامہ دریدید از عزا

پس عزا برخود کنید اے خفتگاں
زانکہ بد مرگے ست ایں خواب گراں

شاعر نے کہا ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اب یزید اور اسکی حکومت کہاں ہے۔ اس واقعہ ہائلہ کو صدیاں گذر گئیں۔ اور تعجب ہے کہ یہاں اسکی خبر اب پہنچی ہے۔ یہ واقعہ تو اسقدر مشہور و معروف ہے کہ گویا اندھوں نے بھی اسکو دیکھ لیا اور بہروں نے بھی اس داستان اندوہ نشان کو سن لیا ہے۔ اور کیا تم لوگ اب تک سوئے رہے ہو۔ کہ عزاداری امامؑ سے کپڑے پھاڑتے ہو۔ پس اے خواب غفلت کے متوالو اپنے حال پر ماتم کرو۔ کیونکہ ایسی خواب غفلت بھی موت کے لگ بھگ ہے ؎

روح سلطانی ز زندانی بجست
جامہ چوں درّیم چوں خائیم دست

چونکہ ایشاں خسرو دیں بودہ اند
وقت شادی شد چو بشکستند بند

سوے شادروان دولت تاختند
کندہ و زنجیر را انداختند

شاہ دین کی روح نے قید حیات سے مخلصی پائی اس پر ہم کپڑے کیوں پھاڑیں اور افسوس کیوں کریں۔ وہ دین کے بادشاہ تھے۔ جب بند سے چھوٹ گئے۔ تو خوش و خرم ہو گئے۔ پر محن زندگی کی زنجیر اور بندشوں کو پرے پھینک کر ایوان قدس کی طرف چلتے بنے۔ کہیں اگر تجھ کو اُن کے حال و مزاج کا ذرہ بھر بھی علم ہو تو دیکھ لے کہ وہ تو جنت کے بادشاہ بنے ہوئے ہیں۔

ور نہ آگاہ ز دہر خود گری
زانکہ در انکار نقل و محشری
بر دل و دینِ خرابت نوحہ کن
کہ نمے بیند جز ایں خاک کہن

اگر تو اس بھید سے واقف نہیں تو دور ہو جا۔ کہ تو تو آپ بہرہ ہے کیونکہ حیات بعد الموت کا منکر ہے۔

اس طرح تیرا دل اور دین دونوں برباد اور ویران ہو گئے ہیں۔ لازم ہے کہ ان پر نوحہ کرے۔ کیونکہ اس کو اس ویرانہ عالم کے سوا عالم عقبیٰ کا منظر دکھائی نہیں دیتا ہے۔

اصل حکایت تو ذرا طویل ہے۔ میں نے بقدر ضرورت اس کا خلاصہ لے لیا ہے۔ جو منصف مزاج اور سعید نفوس کے لیے انشاء اللہ کافی ہوگا۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ و ترک البدع و الطغویٰ

۱۳۳۷ھ

عزاداران حسین کا سچا غمخوار۔ خادم حسین خادم محرم

ضروری نوٹ

اس پرچے کے کئی مضامین بے وقت شائع ہو رہے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ چند دن اخبار کے بند رہنے کی وجہ سے وقت پر شائع نہ ہو سکے۔ چونکہ یہ ضروری مضامین تھے اور کاپیاں لکھی ہوئی تھیں اس لئے اب شائع کر دیئے گئے۔ احباب اس بات کو نوٹ کریں۔ اور مضامین کے بعد از وقت شائع کرنے پر ہمیں معذور سمجھیں۔

(ایڈیٹر)

آریہ پترکا کو ہوش آگئی

اخبار پرکاش کے قرآن کریم کی تعلیم پر نہایت بیہودہ اور گندے اعتراض کرنے پر جہاں ہم نے ان کے جوابات شائع کئے۔ وہاں "ستیارتھ پرکاش" کی تعلیم پر نہایت متانت اور سنجیدگی سے روشنی ڈالتے ہوئے آریہ صاحبان کے مایۂ ناز مسئلہ نیوگ کو بھی پیش کیا۔ اور اصل حوالجات کے ساتھ پیش کیا۔ ان مضامین کو اخبار پرکاش نے گو وہی ان کے لکھے جانے کا اصلی موجب ہوا تھا نہایت ٹھنڈے دل کے ساتھ پڑھا۔ اور ایک لفظ بھی ان کے متعلق نہیں لکھا۔ لیکن "آریہ پترکا" بڑے پیچ و تاب کھاتا ہوا لکھتا ہے کہ

"الفضل برابر آریہ سماج کے خلاف زہر اُگل رہا ہے۔ اور اب اس نے مسئلہ نیوگ کی آڑ میں آریہ سماجیوں کو گالیاں دینا شروع کر دیا ہے۔ چونکہ جنگ کا زمانہ ہے اور اس نازک وقت کسی قسم کے بحث و مباحثہ میں پڑنا عقلمندی سے بعید ہے لہذا ہم الفضل کو ترکی بترکی جواب دینا نہیں چاہتے۔ اور حلالہ اور متعہ کی فضیلت ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ ورنہ الفضل کو پتہ لگ جاتا۔ کہ جس نیوگ پر وہ مخول اڑا رہا ہے۔ اس کے مقابلہ میں متعہ اور حلالہ کی کیا حقیقت ہے۔"

اس کے متعلق ہماری گذارش یہ ہے۔ کہ ہم نے نیوگ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ وہ محض یہ دکھلانے کے لئے لکھا ہے۔ کہ قابل اعتراض تعلیم یہ ہے۔ نہ کہ قرآن کریم کی۔ اور پھر وہی کچھ پیش کیا ہے۔ جو "ستیارتھ پرکاش" میں موجود ہے۔ اس کا نام اگر گالیاں دینا ہے۔ تو ہم پر اعتراض کرنے کی بجائے "ستیارتھ پرکاش" پر کرنا چاہئے جس کے اصل الفاظ ہم نے پیش کئے ہیں۔ باقی رہا اس کے جواب میں حلالہ اور متعہ کا ذکر نہ اٹھانا اور جنگ کا عذر پیش کرنا۔ اس کے متعلق صرف اس قدر کہنا کافی ہے۔ کہ اگر آپ یہ بات سچے دل سے کہہ رہے ہیں۔ کہ جنگ کا زمانہ ہے۔ اور اس نازک وقت میں کسی قسم کی بحث و مباحثہ میں پڑنا عقلمندی سے بعید ہے۔" تو یہ آپ لوگوں کو اس وقت کیوں یاد نہ آئی جبکہ "ودیشین" کی بحث کو بڑے زور شور اور نہایت اشتعال انگیز طریق سے چھیڑا گیا۔ اور پھر اس وقت کیوں یاد نہ رہی جبکہ قرآن کریم کی تعلیم پر نہایت گندے اعتراضات شائع کئے گئے۔ ہاں اگر یاد آئی تو اب آئی جبکہ نیوگ کی تعلیم کو نہایت متانت کے ساتھ بوجہ مجبوری پیش کیا گیا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ پہلے ہی اس نازک وقت کا خیال کر لیتے اور فتنہ انگیزی کا موجب نہ بنتے۔ یقین جانئے کہ اگر آپ لوگوں کی طرف سے فتنہ و فساد کی آگ نہ سلگائی جاتی تو ہمیں اپنی تحریروں کے ذریعہ ہرگز اس پر پانی ڈالنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ امید ہے کہ آپ آئندہ کے لئے احتیاط کی راہ اختیار کریں گے۔ اور خواہ مخواہ ہماری دل آزاری کا موجب نہ بنیں گے۔ آریہ پترکا کی یہ صدر درجہ کی چالاکی اور دھوکہ دہی ہے کہ وہ خود اور کس سابق بحث کو چھیڑ دیتے ہیں۔ لیکن جب اس کے جواب میں ہماری طرف سے کچھ لکھا جاتا ہے۔ تو شور مچایا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ الفضل کو روکے اور ہمارے جذبات کو ٹھیس لگنے سے بچائے۔ گورنمنٹ ان تحریروں سے ناواقف نہیں ہے۔ جو ہمارے خلاف آریہ اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔ اس لئے وہ خوب سمجھتی ہے۔ کہ زیادتی کس کی ہے۔ اور فتنہ کس کی طرف سے اٹھایا جاتا ہے۔ آریہ اخبارات کو چاہیے کہ گورنمنٹ کے ہاں الٹا شور مچانے کی بجائے اپنی تحریروں میں متانت اور سنجیدگی اور معقولیت پیدا کریں۔ اور دوسروں کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو بہت آرام سے رہیں گے۔

الفضل کے وی پی نہیں ہو سکے چندہ بھیجدیں

جن خریداران الفضل کا چندہ ماہ اکتوبر میں ختم ہوا ہے۔ بوجہ بیماری وغیرہ ان کے نام وی پی نہیں ہو سکے۔ لیکن اخراجات کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے مہربانی فرما کر ایسے دوست خود ہی بذریعہ منی آرڈر

جنگی بخار کی پیشگوئی مسیح موعود کے کلام میں

پر اسرار بخار نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام اطراف عالم میں پیدا ہوا ہے۔ اور متفق اللفظ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ یہ وبا ایک عذاب ہے نہ اس کی حقیقت معلوم ہے نہ حکمی علاج۔ اب لوگ پوچھتے ہیں کہ عذاب سے پہلے اگر رسول کا آنا لازمی ہے۔ تو اس زمانہ کے مدعی رسالت حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود نے اس کی کہاں خبر دی۔ آریہ گزٹ نے اپنے ۲۴ اکتوبر کے پرچہ میں یہی سوال کیا ہے۔ سو اس کے جواب میں عرض ہے۔ کہ اس بارہ میں مسیح موعود خدا کے نبی کے بہت سے الہامات اور کشوف ہیں از انجملہ ایک عبارت چشمہ معرفت سے نقل کی جاتی ہے دیکھو صفحہ ۲۸ مطبوعہ ۱۵- مئی- ۱۹۰۸ء یعنی آج سے دس سال پہلے۔

"اور پھر اسی براہین احمدیہ میں جس کی تالیف پر پچیس برس گذر گئے یہ وعدہ مجھے دیا گیا کہ اگر لوگوں نے میری راہ اختیار نہ کی۔ تو میں طاعون بھیجونگا۔ اور سخت مری پڑیگی۔ اور مد زلزلے آئیں گے۔ اور خوفناک آتشیں ظاہر ہونگی۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق طاعون اس ملک میں پھیل گئی۔ اور زلزلے بھی آئے۔ اور **خدا کا وعدہ ہے کہ ایک نئی وبا بھی جس سے اس ملک کے لوگ ناواقف ہیں اس ملک میں پھیل جائیگی۔ اور انسان حیرت میں پڑیں گے کہ کیا ہونا چاہتا ہے۔"**

پھر اسی سلسلہ میں صہ۳۴۳ پر فرماتے ہیں۔

"سو وہ تمام آفات آگئیں اور ابھی بس نہیں۔ بلکہ آنے والی آفات ان آفات سے بہت زیادہ ہیں۔ اور بعض **نئی وبائیں** بھی ہیں۔ جو پہلے اس سے کبھی ملک میں ظاہر نہیں ہوئیں۔ اور وہ ڈرانے والی اور دہشت ناک ہیں۔"

پس اس سے بڑھ کر صاف اور صریح پیشگوئی کیا ہو سکتی ہے

اکمل

ہنگامہ یورپ

ٹرکی اور اتحادیوں میں عارضی صلح - لنڈن - ۳۱- اکتوبر- ۷ بجے شام ٹرکی نے عارضی صلح منظور کر لی ہے لنڈن - ۳۱- اکتوبر ۷- بجکر ۵ منٹ شام - ہوس آف کامنز میں سر جارج کیو نے اعلان کیا کہ اتحادیوں اور ٹرکی کے درمیان کل شب عارضی صلح کے عہدنامہ پر دستخط ہوگئے - اور اسپر آج دوپہر سے عملدرآمد شروع ہوگیا ہے ابھی تک مفصل تجاویز تبلانا ناممکن ہے لیکن ان میں بیڑے کے باسفورس میں سے بحیرہ اسود کو آزادانہ طور پر چلنے - دردانیال اور باسفورس کے قلعوں پر قبضہ اور برطانوی اسیران جنگ کے فوراً رہا کئے جانے کی شرائط شامل ہیں۔

ٹرکی میں اسیران جنگ - لنڈن - ۲۲- اکتوبر ہوس آف کامنز میں سٹر ہوپ نے بیان کیا کہ ٹرکی میں ۲۱۷ ہندوستانی افسران اور ۶۵۶۹ آدمی بطور اسیران جنگ موجود ہیں - ۶- افسر اور ۱۷۰- آدمی صحت کی وجہ سے واپس کئے گئے ہیں - ۷۰۰ ہندوستانی ماہ نومبر میں اسیران جنگ کے تبادلہ کے متعلق انگریزوں اور ترکوں کے عہدنامہ کے ماتحت رہا کئے جانے کے مستحق ہیں۔

آسٹروی ڈویژن - ۲۹- اکتوبر کا تار ہے- آسٹری ڈویژن کی تباہی کی اطلاع دیتا ہے۔

فرانسیسی پیشقدمی - لنڈن - ۳- اکتوبر ایک فرانسیسی کمیونیک مظہر ہے- کہ کائزے کے شمال میں ہم نے اوداز کے شمالی کنارے پر ترقی کی اور ریس اہلیس کے مغرب میں پیو مورٹ فارم قبضہ کر لیا- پیرون کے دائیں کنارے پر ہم نے مینگیو لی یونی کے مشرق میں دوبارہ ترقی کی۔

بلجیم میں اتحادیوں کی سرگرمی - لنڈن - ۲۳- اکتوبر- ایک برطانوی بلجین مراسلت ناقل ہے کہ ۱۴ اور ۲۷- اکتوبر کے درمیان میں ہم نے ۱۴۹۳ قیدی فلینڈرس میں پکڑے - جن میں سے ۶۲۹۷ قیدی بلجین والوں نے ۵۲۳۵ برطانوی سکنڈ آرمی نے اور ۱۷۷

فرانسیسیوں نے گرفتار کئے ہیں- ۲۲- ستمبر سے ۳۰۰۰۰ قیدی پکڑے جا چکے ہیں ۵۰۹ توپیں اور ۲۰۰ کلدار توپیں ہاتھ آئی ہیں۔

قیصر تخت سے دست بردار ہونے پر آمادہ ہیں لنڈن ۳- اکتوبر امسٹرڈم سے آنے والا تار مظہر ہے- کہ برلن کے ایک تار سے معلوم ہوا ہے کہ قیصر نے ریشٹاگ کے ممبروں سے کہا کہ لوگوں کو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے- کہ میں نے تخت پر رہنے کا فیصلہ کیا ہے - ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر ضرورت ہوئی اور جرمنی کے مفاد کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہوا تو وہ بلا کسی توقف کے تخت سے دست بردار ہو جائیں گے - لیکن ہنوز اس کا موقع نہیں ہے - عام طور سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ قیصر کی جگہ کراؤن پرنس کا بڑا لڑکا تخت پر بٹھایا جائیگا جس کے باعث یہ ضروری ہوگا کہ چینسلر کی سرگردگی میں ایک ایجنسی قائم کی جائے۔

مانٹی نگرو میں عام بغاوت - ایمسٹرڈم - ۳۰- اکتوبر سٹیفنی کا ایک تار مظہر ہے- کہ مانٹی نگرو میں ایک عام بغاوت پھیلی ہوئی ہے - آسٹریا ہنگری کی افواج بسرعت ملک کو خالی کر رہی ہیں - باغی سقوطری پر قابض ہیں - بہت ہی دلچسپ واقعات کی پیشگوئی کی جا رہی ہے - کیونکہ غنیم کی افواج کو جنوب کی جانب سے اطالوی سقوطری کی طرف دھکیل رہے ہیں۔

انگریزی و اطالوی پیشقدمی - لنڈن - ۳۰- اکتوبر ایک برطانوی اطالوی کمیونیک مظہر ہے- کہ دسویں نمبر کی سپاہ نے جدوجہد کی آغاز سے ۱۱ ہزار قیدی گرفتار کئے ہیں- توپوں اور سامان جنگ کا ابھی اندازہ نہیں کیا جا سکا - انگلش کی سپاہ نے شاندار ترقی کی ہے- اور متعدد قیدی گرفتار کئے ہیں۔

آسٹرویوں کے تخلئے - لنڈن ۳۰- اکتوبر ایک لاسلکی آسٹروی کمیونیک مظہر ہے - کہ ہم نے محاذ جنگ کے ان مورچوں کو چھوڑ دیا جن پر نہایت شدید حملہ ہو رہا تھا۔

آسٹروی کمیونک لنڈن - ۳- اکتوبر ایک لاسلکی آسٹری کمیونک مظہر ہے کہ محاذ جنگ پر ہم نے زبردست مورچہ بندی خطوں کو خالی

اہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا